Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.107, 2017 pp 175 - 184

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۸، اپریل۔جون ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۷

پروفیسر آرنلڈ کے دو عزیز شاگرد
اقبال اور عزام کا اپنے استاد کو خراجِ عقیدت

ڈاکٹر محمد جاوید☆

Abstract:

Thomas Walker Arnold was a great Orientalist. He taught Philosophy first at Aligarh and then at the Govt. College, Lahore. Allama Iqbal came across him at this College when he was doing his Masters in Philosophy. Iqbal was much impressed by scholarship and personality traits of his teacher, Arnold. Contributions of Arnold were central in making Iqbal, Allama Iqbal. On departure of Arnold, Iqbal wrote a poem paying a rich tribute to his teacher. Like Iqbal, an Arab scholar namely Abdul Wahhab Azzam was also a very close friend and pupil of Prof.Arnold. Azzam developed a special interest in works of Iqbal and translated many of them in Arabic. He wrote a book on life, philosophy and verse of Iqbal in which he also dedicated a few pages to pay homage to his teacher, Prof.Arnold.

Keywords:

T.W. Arnold, Allama Muhammad Iqbal, Abdul Wahhab Azzam, Orientalist, Egypt, Lahore, Aligarh, Preaching of Islam

انسان کی صلاحیتیں خام و خوابیدہ رہتی ہیں جب تک انھیں کوئی صیقل کرنے والا اور جلا بخشنے والا نہ ملے۔ پیامبروں کے استثنا کے ساتھ کہ انھیں ان کا پروردگار خود تعلیم دیتا ہے، دنیا کا ہر فرد تعلیم و تعلم میں استاد کا رہین ہے۔ وہ لوگ اور بھی خوش قسمت ہوتے ہیں جنھیں باکمال اساتذہ سے کسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کا شمار بلا شبہ ایسے ہی خوش قسمت لوگوں میں ہوتا ہے۔ علامہ کو ابتدا میں علامہ میر حسن

☆ ایڈیٹر یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

جیسے راسخ فی العلم استاد میسر آئے جنھوں نے اقبال میں علم سے محبت کوٹ کوٹ کر بھردی تھی نیز ان کی عربی و فارسی کی بنیاد اتنی مضبوط کردی تھی کہ آگے چل کر علامہ نے امت مسلمہ بالخصوص مسلمانانِ ہند کی علمی و سیاسی بیداری میں اپنے منظوم و منثور کلام کے ذریعے قابلِ قدر حصہ لیا۔ اقبال کی مزید خوش بختی کہ تحصیلِ علم کے تکمیلی مرحلے میں انھیں پروفیسر آرنلڈ جیسے عظیم مستشرق کی راہنمائی میں فکر و فلسفے بالخصوص مغربی افکار کی تہ تک پہنچنا نصیب ہوا۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دائرہ معارف اقبال کے مقالہ نگار رقم طراز ہیں:

> ''علامہ میر حسن نے اقبال کے بچپن اور لڑکپن میں ان کے ادبی ذوق کی تربیت اور علمی رجحان کی پرورش کی اور سر تھامس واکر آرنلڈ نے اقبال کے زمانہ بلوغت میں ان کی علمی شخصیت کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا، بلکہ اسے تکمیل کے مرحلہ تک پہنچایا۔ آرنلڈ ایک انگریز مستشرق تھے جنھوں نے ۱۱ فروری ۱۸۹۸ء کو گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر فلسفہ کا چارج لیا۔ اقبال اس سال وہاں ایم۔اے فلسفہ کے طالب علم تھے۔ ایک سال آرنلڈ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اقبال نے مارچ ۱۸۹۹ء کو امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔'' (۱)

آرنلڈ کا پورا نام تھامس واکر آرنلڈ (Thomas Walker Arnold) تھا۔ آپ اپریل ۱۸۶۴ میں لندن سے تین سو میل دور ڈیون پورٹ نامی ایک قصبے میں پیدا ہوئے۔ انگلینڈ میں رہتے ہوئے اپنی تعلیم مکمل کی۔ تعلیم کے دوران میں ہی انھیں مشرقی علوم بالخصوص اسلامی افکار کے مطالعے سے رغبت پیدا ہوئی۔ چناں چہ ابھی طالب علم ہی تھے کہ انھوں نے اسلام پر ایک تحقیقی مضمون انعامی مقابلے کی غرض سے لکھا اور یہی مضمون بعدازاں ان کی معروف کتاب یعنی Preaching of Islam کی بنیاد بنا۔ آپ نے دس سال (۱۸۸۸ء تا ۱۸۹۸ء) کا عرصہ علی گڑھ، ہندوستان میں گزارا۔ آپ کو مسلم تہذیب و ثقافت اتنی بھائی کہ علی گڑھ میں قیام کے دوران میں انھوں نے مسلمانوں کی سی وضع قطع اختیار کرلی تھی۔ مسلم علما بالخصوص مولانا شبلی نعمانی، مولوی خلیل احمد اور مولوی عباس حسین سے راہ و رسم بڑھائی۔ مولانا شبلی کی عربی و فارسی دانی کے بہت قائل تھے جب کہ مولانا شبلی ان کی وسعت علمی کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس اثر و تاثیر کا نتیجہ یہ نکلا کہ پروفیسر آرنلڈ، مولانا شبلی سے عربی جب کہ مولانا شبلی، پروفیسر آرنلڈ سے فرانسیسی کا درس لینے لگے۔

علامہ اقبال کی خوش قسمتی کہ جب وہ ایم اے فلسفہ کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے، اسی دوران میں پروفیسر آرنلڈ گورنمنٹ کالج لاہور سے بہ طور استاد فلسفہ وابستہ ہو چکے تھے۔ علامہ اقبال، آرنلڈ کے تبحر علمی اور مشفقانہ رویے سے بہت متاثر ہوئے۔ آرنلڈ کی شاگردی میں آکر اقبال کے

جوہر خوب چمکے حتیٰ کہ علامہ نے اپنا پہلا مقالہ اور کتاب بھی انھی کی راہنمائی میں لکھی:

"اقبال کا پہلا تحقیقی اور علمی مقالہ The Doctrine of the Absolute Unity as expounded by Abdul Karim Al-Jili آرنلڈ کی تجویز پر لکھا گیا جو آرنلڈ کی نظر ثانی اور سفارش سے اس وقت کے مؤقر علمی رسالے The Indian Antiquary بمبئی کے شمارہ ستمبر ۱۹۰۰ء میں شایع ہوا۔ اقبال کی پہلی تصنیف علم الاقتصاد کے نام سے ۱۹۰۴ء میں شایع ہوئی۔ وہ اس کے دیباچے کے آخر میں لکھتے ہیں:۔۔۔حضرت قبلہ آرنلڈ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے اس کتاب کے لکھنے کی تحریک کی، جن کے فیضانِ صحبت کا نتیجہ یہ اوراق ہیں۔"(۲)

پروفیسر آرنلڈ کی سرپرستی ہی میں علامہ کیمبرج تشریف لے گئے اور انھی کی معاونت و راہنمائی سے جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ علامہ نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے کا انتساب اپنے محبوب استاد آرنلڈ کے نام ہی کیا ہے جس میں ان سے دس سال تک اپنے کسبِ فیض کا بھی ذکر کیا ہے۔

پروفیسر آرنلڈ نے کم و بیش چھ سال کا عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریس کرتے ہوئے گزارا۔ لاہور میں قیام کے دوران بھی وہ بڑے فعال و سرگرم رہے۔ اقبال جیسا ہیرا تراشا اور پھر فروری ۱۹۰۴ء میں ہمیشہ کے لیے اپنے وطن انگلینڈ چلے گئے۔ علامہ کے لیے اپنے محبوب استاد سے جدائی کا تصور ہی بہت جان کاہ تھا۔ پروفیسر آرنلڈ کی انگلینڈ واپسی پر علامہ بہت مغموم ہوئے۔ ان کی نظم 'نالۂ فراق' اپنے استاد سے اسی تعلق خاطر اور وابستگی کے تناظر میں ان سے یادگار ہے۔ یہ نظم علامہ کی کتاب 'بانگ درا' میں شامل ہے۔(۳) اس منظومے میں ایک سعادت مند شاگرد نے اپنے عظیم استاد کو بہت ہی خوب صورت پیرائے میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مقالے کے عنوان کی مناسبت سے ذیل میں وہ نظم پوری دی جا رہی ہے:

نالۂ فراق

(آرنلڈ کی یاد میں)

جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں! آہ؛ مشرق کی پسند آئی نہ اس کو سرزمیں
آ گیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں ظلمتِ شب سے ضیائے روزِ فرقت کم نہیں

"تاز آغوشِ وداعش داغِ حیرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ در چشمِ نگہ خوابیدہ است"

کشتۂ عزلت ہوں، آبادی میں گھبراتا ہوں میں شہر سے سودا کی شدت میں نکل جاتا ہوں میں
یادِ ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں بہرِ تسکیں تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں
آنکھ گو مانوس ہے تیرے درودیوار سے
اجنبیت ہے مگر پیدا مری رفتار سے
ذرہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا آئنہ ٹوٹا ہوا عالم نما ہونے کو تھا
نخل میری آرزوؤں کا ہرا ہونے کو تھا آہ! کیا جانے کوئی میں کیا سے کیا ہونے کو تھا
ابرِ رحمت دامن از گلزار من برچید و رفت
اند کے برغنچہ ہائے آرزو بارید و رفت
تو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم تھی تیری موجِ نفس بادِ نشاط افزائے علم
اب کہاں وہ شوقِ رہ پیمائی صحرائے علم تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم
شورِ لیلیٰ کو کہ باز آرائش سوداکند
خاکِ مجنوں را غبارِ خاطرِ صحرا کند
کھول دیگا دستِ وحشت عقدۂ تقدیر کو توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو
دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو کیا تسلی ہو مگر گرویدۂ تقریر کو؟
''تابِ گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا
خامشی کہتے ہیں جس کو ہے سخن تصویر کا''

O

پروفیسر آرنلڈ نے علی گڑھ میں قیام کے دوران میں جیسے مولانا شبلی سے علمی وقلبی تعلق قائم کیا اور لاہور میں اپنے عرصۂ تدریس کے دوران میں علامہ اقبال کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا، اسی طرح انھوں نے ایک عرب شاگرد کو بھی اپنی علمی وجاہت اور ملن ساری سے بہت متاثر کیا۔ یہ عرب فاضل مصر سے تعلق رکھتے تھے اور نام تھا ان کا عبدالوہاب عزام۔ عزام نے انگلینڈ میں پروفیسر آرنلڈ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ عزام کا شمار نمایاں فضلائے مصر میں ہوتا تھا۔ انھیں کئی زبانوں پر عبور تھا۔ عربی کے بعد فارسی سے انھیں خصوصی دل چسپی تھی اور غالباً ان کا ذوقِ فارسی ہی انھیں کلام اقبال کے قریب لایا۔ عرصے تک پاکستان میں مصر کے سفیر کے طور پر مقیم رہے۔ ڈاکٹر خورشید رضوی نے عزام کا تعارف یوں کروایا ہے:

''ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کافی عرصہ پاکستان میں مصر کے سفیر کی حیثیت سے مقیم

رہے۔ ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ خود شاعر تھے۔ فارسی و ترکی سے اچھی واقفیت تھی۔ اقبال کے عاشق تھے۔ انھوں نے محمد اقبال سیرتہ، فلسفتہ و شعرہ (۴) کے عنوان سے ایک کتاب علامہ کے احوال، افکار اور شاعری پر لکھی۔ نیز اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق اور ضرب کلیم کا عربی میں منظوم ترجمہ کیا۔ جاوید نامہ کے کچھ حصوں اور بانگ درا کی چند نظموں کا ترجمہ بھی ان کے قلم سے یادگار ہے۔'' (۵)

کلام اقبال کے حوالے سے عرب دنیا کے علمی مرکز مصر نے بہت گرم جوشی دکھائی۔ اقبال کا منظوم و منثور سارے کا سارا کلام عربی زبان میں منتقل ہو چکا ہے۔ اس مبارک عمل میں مصری ادیبوں کو اپنے عرب بھائیوں پر سبقت حاصل ہے۔ کلام و افکار اقبال سے جیسا شغف عزام کو تھا، اس کی مثال خود اہلِ مصر میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، عزام کے اسی عمل کی تحسین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اقبالیات کا تقریباً تمام ذخیرہ عربی میں منتقل ہو چکا ہے اور یہ سب کام اقبال کے مصری بھائیوں نے انجام دیا ہے۔ اقبال نے اس عظیم قوم کو مہمانی کا شرف بخشا تھا مگر اس احسان شناس قوم نے اقبال کی میزبانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ آج عرب دنیا کا بچہ بچہ اقبال کے نام اور پیغام سے آگاہ ہے۔ وہ اقبال کو اپنا شاعر تصور کرتے ہیں۔۔۔ اس نیک کام کا اولین علم بردار ڈاکٹر عبدالوھاب عزام تھا، اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ رحمت و سکون نصیب فرمائے۔ اس نے جس لگن اور جوش ایمان سے اقبال کو عرب دنیا میں متعارف کرایا اور کلام اقبال کو خوب صورت عربی اشعار میں منتقل کیا اس کے سبب عرب دنیا اقبال کی گرویدہ ہو گئی۔ (۶)

ایسا حسن اتفاق بھی کم کم دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک ہی استاد کے دو شاگرد آپس میں بھی عقیدت کے رشتے میں بندھے ہوں۔ اقبال اور عزام، پروفیسر آرنلڈ کے دو ایسے ہی شاگرد تھے۔ عزام کو اقبال سے حد درجہ عقیدت تھی۔ اقبال کو آرنلڈ سے پہلے ہندوستان اور پھر بعد میں انگلستان میں شرفِ تلمذ حاصل ہوا جب وہ ابھی جوان تھے، جب کہ عزام کو آرنلڈ کے وقتِ پیری میں ان کا شاگرد بننا نصیب ہوا:

> حالات کا منشا یہ تھا کہ یہ دونوں آدمی ایک ہی استاد کے ذریعے سے ملتے اور وہ استاد سر آرنلڈ تھے۔ اقبال نے جوانی میں آرنلڈ سے ہندوستان اور پھر انگلینڈ میں پڑھا، اور عزام نے آرنلڈ کے بڑھاپے میں ان سے درس لیا۔ آرنلڈ اقبال کے دوست تھے، ان سے پیار کرتے تھے اور ہندوستان میں اپنی مصاحبت سے انھیں متاثر کیا۔ اسی طرح وہ عزام کے دوست تھے، اس سے پیار کرتے تھے اور جب جامعہ (قاہرہ، مصر) میں خطبات دینے کے لیے مدعو کیے گئے تو اپنی صحبت سے عزام کو متاثر کیا، حلوان میں صرف

اس لیے ٹھہرے تا کہ اپنے دوست اور رفیق کار یعنی عزام کے قریب رہ سکیں۔(۷)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے بقول عربوں سے علامہ اقبال کا اولین براہ راست رابطہ ۱۹۳۱ء میں ہوا۔دوسری گول میز کانفرنس (لندن) میں شرکت کے بعد، علامہ اٹلی سے ہوتے ہوئے، یکم دسمبر کو اسکندریہ پہنچے۔مصر میں پانچ روزہ قیام کے دوران میں انھوں نے بعض تاریخی مقامات دیکھے، متعدد استقبالیہ جلسوں میں شرکت کی اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے عرب اکابر سے ملاقاتیں ہوئیں اور تبادلۂ خیال کا موقع ملا۔عرب اہل علم، صحافی، دانش ور اور سیاست دان پہلی بار، براہ راست شاعر مشرق کے خیالات سے متعارف ہوئے۔یہ واقعہ مصر (اور عرب ممالک) میں اقبال شناسی کا نقطۂ آغاز تھا۔(۸) اقبال کے دورۂ مصر کے دوران ہی عزام کی ملاقات اقبال سے پہلی بار ہوئی۔ایک ہی استاد کے شاگرد ہونے اور کلامِ اقبال سے واقفیت کی بنا پر عزام کی سرشاری اس موقع پر دیدنی تھی۔اقبال کے اعزاز میں مصر کی جمعیت الشبان المسلمین نے ایک جلسے کا اہتمام کیا۔اس جلسے میں اقبال کا تعارف کرانے کی سعادت عزام ہی کے حصے میں آئی۔اس حوالے سے عزام نے خود لکھا:

> ''موتمر اسلامی میں شرکت کے لیے بیت المقدس جاتے ہوئے اقبال قاہرہ سے گزرے۔جمعیت الشبان المسلمین نے ان کے اعزاز میں اجلاس کا اہتمام کیا۔(۹) میں اجلاس میں شریک ہوا اور میرے استاد شیخ عبدالوہاب النجارؒ نے حاضرین سے مہمان مکرم کا تعارف کرانے کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی۔چناں چہ میں نے گفت گو کی اور اقبال کے چند شعر پڑھے۔''(۱۰)

اقبال کو اللہ تعالی نے شعری ملکہ عطا کیا تھا، اس لیے انھوں نے اپنے استاد کی جدائی میں منظوم کلام کہا۔اس کلام سے اقبال کی اپنے استاد سے محبت وعقیدت کا خوب خوب اظہار ہوتا ہے۔اپنے استاد سے انھیں اس قدر عقیدت تھی کہ انھوں نے اپنی پہلی تصنیف علم الاقتصاد اور پی ایچ ڈی مقالے کا انتساب بھی انھی کے نام کیا۔نظم 'نالۂ فراق' میں اپنے استاد کے لیے ان کی تڑپ اس قدر شدید ہے کہ وہ آرنلڈ کے پیچھے پیچھے انگلستان جانے کا عزم ظاہر کرتے ہیں۔پروفیسر آرنلڈ کے عرب مداح یعنی عزام بھی اپنے استاد پر محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرنے میں بخیل ثابت نہیں ہوئے۔انھوں نے جس سادہ اور خوب صورت پیرائے میں اپنے استاد کو یاد کیا ہے، وہ منثور کلام بھی بے مثال ہے۔عزام نے علامہ اقبال پر اپنی کتاب بہ عنوان محمد اقبال۔سیرتہ وفلسفتہ وشعرہ میں اپنے استاد آرنلڈ کو عربی میں یاد کیا ہے جس سے ان کی اپنے استاد آرنلڈ سے عقیدت صاف جھلکتی ہے۔ذیل میں عزام کی عقیدت پر مبنی اس عربی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

O

مجھے اس عظیم استاد (پروفیسر آرنلڈ) کو یاد کرنا اس لیے اچھا لگتا ہے کہ نہ صرف اقبال پر بل کہ پوری امت مسلمہ پر ان کا حق ہے۔

آپ لندن یونیورسٹی میں عربی زبان وادب کے استاد تھے۔ بعد ازاں علی گڑھ یونیورسٹی میں بہ طور استاد فلسفہ خدمات انجام دیتے رہے اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے بہ طور پروفیسر فلسفہ منسلک ہو گئے۔

آپ بہت وسیع العلم، منکسر مزاج، انصاف پسند، مسلمان دوست اور اسلامی تہذیب وثقافت کے دالہ وشیدا تھے۔

آپ نے Preaching of Islam نامی ایک کتاب لکھی اور اس میں ثابت کیا کہ اسلام دعوت وتبلیغ سے پھیلا نہ کہ زور زبردستی سے۔ انھوں نے اس کتاب میں فروغِ اسلام کی تاریخ تفصیل سے بیان کی بالخصوص ان علاقوں میں اسلام کی ترویج کی وضاحت کی جہاں مسلمانوں کی حکومت نہ تھی۔ انھوں نے ایک بار مجھے بتایا کہ انھوں نے ولندیزی زبان فقط اس لیے سیکھی تا کہ وہ جزیرہ جاوہ میں اسلام کی نشر واشاعت پر موجود دستاویزات کو پڑھ سکیں۔ یہ دستاویزات اس جزیرے میں اسلام کی اشاعت کو واضح کرتی ہیں۔ یہ کتاب اس موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔ کسی مسلم یا غیر مسلم نے اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی۔

جب مصطفیٰ کمال نے (ترکی میں) خلافت کو کالعدم قرار دیا تو انھوں نے ایک کتاب بہ عنوان 'خلافت' لکھی۔(۱۱) یہ کتاب ان کے وسعت علمی اور گہرے فکر وتدبر کی آئینہ دار ہے۔

میری ان سے جان پہچان سکول برائے السنہ شرقیہ، لندن میں ہوئی۔ میں ان سے مانوس ہوا، اور ان سے محبت کرنے لگا۔ ان کی خوش اخلاقی اور ملن ساری نے مجھے ان کی صحبت اختیار کرنے کی ہمت دلائی۔

اپنے مقالے **التصوف وفرید الدین العطار** کے لکھنے کے دوران میں، مجھے جہاں کہیں مشکل پیش آتی، میں ان سے رجوع کرتا۔

میں نے انھیں حد درجہ منکسر مزاج اور سنجیدہ طبع پایا۔ جس چیز کے متعلق انھیں قطعی علم نہ ہوتا، اس کے بارے میں ان کا محبوب جواب ''میں نہیں جانتا'' ہوتا۔ میں جب کبھی ان سے کسی موضوع پر گفت گو کرتا، مجھ سے کہتے: ''تمھیں اس کا یقینی علم ہے؟''

انھیں اسلامی طور اطوار بہت پسند تھے۔ وہ ہمارے پہناووں اور رسم ورواج کی طرف مائل تھے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک بار میں ان کے ہاں عشائیے میں شریک ہوا، انھوں نے کھانے کی ابتدا باسم اللہ پڑھ کر کی اور جب میں روانہ ہونے لگا تو انھوں نے مجھے فی اُمان اللہ کہہ کر رخصت کیا۔

آپ قاہرہ یونیورسٹی کی دعوت پر مصر تشریف لائے اور حلوان شہر میں قیام کو ترجیح دی۔ میرا ہوسٹل بھی حلوان ہی میں تھا۔ پھر آپ المعادی چلے آئے۔ میری ان سے گاہے ماہے ملاقات جاری رہی۔ رمضان شریف کی راتوں میں تلاوت قرآن کی سماعت کے لیے میرے ہاں تشریف لایا کرتے۔

حلوان میں جس ہوٹل میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے، ایک بار میں انھیں وہاں ملنے گیا۔ وہ عمامے اور مصری ٹوپی پہنے ہوئے باہر آئے۔ بولے، مجھے عمامہ باندھنا سکھاؤ۔ کہنے لگے دیکھو میں عمامے اور جبے کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں جب انھیں پہنتا ہوں لگتا ہے کہ میں استاد کے لباس میں ہوں اور جب میں اس لباس یعنی انگریزی لباس میں ہوتا ہوں تو لگتا ہے کہ میں بچہ ہوں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میرے ہاں عشائیے کی دعوت میں ہم جمع تھے۔ ہمارے ساتھ کیپٹن کنگ بھی تھا۔ کنگ عربی ممالک میں خصوصی دل چسپی رکھتا تھا۔ وہ دیہات میں ہسپانویوں کے خلاف امیر عبدالکریم کا حامی و موید تھا۔ مجھ سے کیپٹن کنگ نے کہا: تم نے تاریخ پڑھ رکھی ہے، مجھے ذرا یہ تو بتاؤ کہ خوش اخلاقی میں مسلمان آگے ہیں یا نصاریٰ؟ میں نے کہا: اس سوال کا جواب ہمارے استاد تھامس آرنلڈ صاحب دیں گے۔ اس پر استاد گرامی فوراً بولے: ’’بلاشبہ مسلمان خوش اخلاقی میں نصاریٰ سے آگے ہیں۔‘‘

ایک روز اقبال کے ذکر کے دوران میں انھوں نے مجھ سے کہا: وہ میرا شاگرد ہے۔ میں نے کہا: جب وہ جوان تھے۔ کہنے لگے تم اسے اس لیے نوجوان گمان کرتے ہو کہ وہ میرا شاگرد تھا۔ تمھیں میری عمر کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔

یہ سر تھامس آرنلڈ کا مختصر اور ناکافی تعارفی ذکر ہے۔ میں ہمیشہ انھیں اعتزاز کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ چوں کہ آپ علامہ اقبال کے بھی استاد تھے، اس لیے ان کا ذکر مجھے اور بھی خوش آتا ہے۔ ممکن ہے میری یہ تحریر کسی مصنف کے لیے مفید ثابت ہو۔

اس استاد نے اقبال کو پہچانا، اس کی صلاحیتوں کی قدر کی، اسے زیادہ سے زیادہ تحصیل علم کی رغبت دلائی۔ ان دونوں کے درمیان دوستی کا رشتہ استوار ہوا، ہونہار سعادت مند شاگرد اور عالم و مخلص استاد کے درمیان دوستی کا رشتہ۔

جب سر آرنلڈ لاہور سے اپنے وطن انگلینڈ کو روانہ ہونے لگے، ان کے شاگرد رشید علامہ اقبال نے ایک نظم کہی جس کا عنوان نواح الفراق یعنی نالۂ فراق ہے۔ اس نظم میں اقبال نے اپنے استاد سے اپنی

محبت، اکرام واحترام نیز ان کی جدائی پر اپنی افسردگی کو بیان کیا ہے۔(۱۲)

O

حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے دو اسلامی حمیت پسندوں اقبال وعزام کو ایک ایسے استاد یعنی پروفیسر آرنلڈ کے ذریعے ملا دیا تھا جو کہنے کو تو مغربی اور غیر مسلم تھے مگر انھیں مسلمانوں اور ان کی تہذیب وثقافت سے ایک گونہ محبت تھی۔ اسلام پر اعتراض کہ یہ بزور تلوار پھیلا ہے، اس کے رد میں جو تحریر بصورت Preaching of Islam ان کے قلم سے نکلی، وہ اتنی جان دار اور مدلل ہے کہ سر سید احمد خاں جیسے مصلح قوم نے نہ صرف اسے پسند کیا بل کہ مسلمان مخیّر حضرات سے اپیل بھی کی کہ وہ اس کتاب کو مشنری اداروں اور سرکاری کالجوں کے طلبہ میں مفت تقسیم کرنے کا اہتمام کریں۔

☆☆☆☆☆

حواشی وحوالے

(۱) دائرہ معارف اقبال، جلد اول، شعبہ اقبالیات، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۹۹

(۲) ایضاً، ص ۱۰۰

(۳) کلیات اقبال اردو، علامہ محمد اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، اشاعت اول ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۴-۱۰۵

(۴) عزام کی اقبال پر عربی کتاب کا عنوان وہی درست ہے جو یہاں ڈاکٹر رضوی صاحب نے درج کیا ہے جب کہ اقبال اکادمی کی طرف سے چھپی ہوئی کتاب کے ٹائٹل پیج پر سیرۃ وفلسفۃ وشعرہ لکھا ہے۔ایسا غالباً سہواً ہوا ہے۔

(۵) تالیف، خورشید رضوی، سرتاج مطبوعات، لاہور (۱۹۹۵ء)، ص ۱۱۸

(۶) اقبال عرب شعراء کی نظر میں، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، المکتبۃ العلمیۃ، لاہور (۱۹۷۷ء)، ص ۱۵

(۷) محمد اقبال۔ سیرتہ وفلسفتہ وشعرہ، ڈاکٹر عبدالوہاب عزام، اقبال اکادمی لاہور (۱۹۵۴ء) مقدمہ ص (ک)

(۸) تالیف، ص ۱۱۷

(۹) تالیف، ص ۱۱۷-۱۱۸

(۱۰) سفر نامہ اقبال، محمد حمزہ فاروقی، مکتبہ معیار، کراچی (۱۹۷۳ء) ص ۱۴۹-۱۵۰

(۱۱) محمد اقبال۔ سیرتہ وفلسفتہ وشعرہ، ڈاکٹر عبدالوہاب عزام، ص ۲۳-۲۵

(۱۲) واضح رہے کہ پروفیسر آرنلڈ کی کتاب 'خلافت' اسی سال سامنے آئی جب کمال اتاترک نے ترکی میں خلافت کو کالعدم قرار دیا تھا۔ یہ کتاب پروفیسر آرنلڈ کے ان خطبات پر مشتمل ہے جو انھوں نے لندن یونیورسٹی میں دیے تھے۔ معروف مستشرق گب اور موری سن کے مطابق یہ کتاب اسلام کی سیاسی تاریخ کے حوالے سے ایک شاندار کام ہے۔

دیکھیے مضمون:

Sir Thomas W. Arnold As a Student of Islam by Dr. Christian W. Troll

مشمولہ: Iqbal Review, Iqbal Academy,Lahore, Pakistan (April 1991)